محمد رشید*

مغربی ثقافتی یلغار کے تناظر میں سنت کی اہمیت

علامہ محمد اسد کے افکار کا خصوصی مطالعہ

آسٹریا کے یہودی گھرانے میں پیدا ہونے والے لیوپولڈ ویٔس (محمد اسد) عام مغربی انسان کی طرح صرف یہودیت اور عیسائیت کو بہ طور مذہب تسلیم کرتے تھے، جب کہ اسلام کو وہ اس قابل ہی نہیں سمجھتے تھے کہ اس کا تقابل ان دو بڑے مذاہب سے کیا جائے۔ اس دور میں اسد کی نظر میں اسلام کوئی قابل احترام مذہب نہیں تھا۔ ۱۹۹۲ء کی گرمیوں میں علامہ اسد اپنے ماموں کی دعوت پر مشرق وسطیٰ گئے۔(۱) مشرق وسطیٰ میں اسد کا عربوں سے پہلا تعارف ٹرین میں ایک ہم سفر عرب کی خوش اخلاقی سے ہوا تو اسلام سے پہلا تعارف نماز کی عبادت اور حرکات کو دیکھ کر ہوا۔(۲) عرب کا بہ ذات خود مشاہدہ کرنے کے بعد علامہ اسد کو احساس ہوا کہ ایک عام یورپی کو عرب کے لوگوں کے بارے میں اصل حقیقت کا کچھ بھی پتہ نہیں ہوتا۔(۳) یروشلم میں اسد کا صیہونی تحریک کے ایک نمایاں قائد ڈاکٹر وائز مین سے فلسطینیوں پر یہودی مظالم اور زیادتیوں پر مباحثہ ہوتا ہے۔ صیہونی قائد یہودیوں کو فلسطین کے اصل باشندے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو علامہ اسد اس وقت یہودی ہونے کے باوجود صیہونی قائد کے دلائل کے دندان شکن جواب دے کر ڈاکٹر وائز مین کو لاجواب کر دیتے ہیں۔(۴)

مشرق وسطیٰ میں مسلم طرز زندگی نے اسد پر حیرت اور انکشافات کے دروازے کھول دیے۔ وہ اذان سے بھی بے حد متاثر ہوئے۔ اس سفر کے نتیجے میں جو سب سے بڑا انکشاف ان پر ہوا وہ ان ہی کے الفاظ میں یہ ہے:

It seemed to me that for the first time I had come

*ایم فل علوم اسلامی، بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی ملتان۔abu_munzir1999@yahoo.com

across a community in which kinship between man and man was not due to accidents of common racial or economic interests but to something far deeper and far more stable: a kinship of common outlook which lifted all barriers of loneliness between man and man. (5)

مجھے محسوس ہوا کہ میں پہلی دفعہ ایک ایسے سماج کا تجربہ کر رہا ہوں، جس میں انسان سے انسان کا تعلق محض مشترک نسل یا مشترکہ معاشی مفادات کی بنیاد پر نہیں ہے، بل کہ کسی بہت ہی گہری اور پائے دار بنیاد پر ہے، یعنی مشترک نظریے پر مبنی ایک رشتہ جس نے انسانوں کے مابین تنہائی پیدا کرنے والی تمام رکاوٹوں کو ہٹا دیا ہو۔

بعد ازاں مصر میں بہ سلسلہ روزگار قیام کے دوران اسد کو اسلامی تعلیم کو سمجھنے اور سیکھنے کے مواقع میسر آئے۔ الازہر یونی ورسٹی کے سب سے نمایاں مسلمان عالم دین اور مصر کے عظیم مصلح شیخ محمد عبدہ کے شاگرد علامہ مصطفیٰ المراغی سے اسد کے مراسم قائم ہوگئے اور ان کے ذریعے اسد نے اپنی جستجو کی پیاس کو بجھانے کی بھرپور کوشش کی۔ شیخ مصطفیٰ المراغی ہی سے ملاقاتوں کے نتیجے میں اسد نے یہ بنیادی نقطہ سمجھا کہ مسلمانوں کا تمام تر زوال اور پس ماندگی اسلام کے اصولوں کو چھوڑ دینے کا نتیجہ ہے (۶) حال آں کہ ابھی تک اسد نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

علامہ مراغی ہی نے اسد کو یہ بات ذہن نشین کرائی کہ مسلمانوں کی تمام تر پستی کا سبب محض نقالی ہے اور یہ کہ اگر دنیا میں کوئی تبدیلی اور بہتری لائی جاسکتی ہے تو وہ محض نقالی سے نہیں، بل کہ صرف اور صرف تفکر و تدبر سے ممکن ہے۔ شیخ مصطفیٰ المراغی ہی وہ شخص تھے، جنہوں نے اسد کو مسلم دنیا کے تہذیبی اور ثقافتی زوال کی بنیادی وجوہات کو سمجھنے میں مدد دی اور وہ وجہ تھی مسلمانوں کا ذہنی جمود۔ (۷)

ستمبر ۱۹۲۶ء کے ایک دن اسد اپنی نو بیاہتا بیوی ایلسا کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ سفر کے دوران وسطی یورپ کے معاشی طور پر آسودہ حال اور خوش حال مسافروں پر اسد نے نظر ڈالی تو اسے ہر شخص پریشان نظر آیا۔ انہوں نے اپنی بیوی ایلسا کو اپنے اس احساس میں شریک کیا تو اس کی بیوی نے بھی تمام چہروں کو بہ غور دیکھا اور وہی نتیجہ اخذ کیا جو اسد کا تھا۔ اسد نے گھر آ کر قرآن، جس کا وہ مطالعہ کیا کرتے تھے، اُٹھا کر دیکھا تو ان کی نظر سورہ تکاثر کی آیات پر پڑی:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿١﴾ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴿٢﴾ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٣﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ﴿٥﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ﴿٦﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ﴿٧﴾ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿٨﴾ (۸)

کثرت مال کی ہوس نے تمہیں غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔ خبردار! جلد تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ پھر خبردار! جلد تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ کاش تم یقینی طور پر جان لیتے۔ کہ تم جہنم کو ضرور دیکھو گے۔ اور تم اسے بالیقین دیکھو گے۔ اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔

وہ قرآن کی ان آیات کو پڑھ کر اس کے سچا کلام الٰہی ہونے پر مجبور ہو گئے۔ انہیں اس کلام کی سچائی پر اس لیے بھی یقین آ گیا کہ ان آیات میں انسان کی جس ہوس، حرص اور لالچ کا ذکر کیا گیا ہے، جدید مغربی معاشرہ اس کا ایک ناقابل تردید ثبوت ہے۔ کوئی انسانی کلام چودہ سو سال بعد کے انسانی معاشرے کی اتنی سچی ترجمانی نہیں کر سکتا۔ چناں چہ قرآن پر شکوک کے تمام پردے چاک ہو گئے اور اسد پر واضح ہو گیا کہ قرآن کسی انسان کا نہیں، بل کہ خالق کا کلام ہے۔ (۹) کچھ دنوں بعد انہوں نے ایک ہندوستانی دوست کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور کچھ ہفتے بعد اسد کی بیوی ایلسا نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرنے کے فوری بعد انہوں نے یورپ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ (۱۰)

علامہ اسد نے مغربی فکر کے استیلا اور غلبے کے تناظر میں حقیقی اسلامی سماج کی تعمیر کے لیے گراں قدر علمی و تصنیفی خدمات سرانجام دی ہیں۔ ڈاکٹر محمد ارشد، شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونی ورسٹی لاہور علامہ محمد اسد کی خدمات کے اعتراف میں سہ ماہی مجلہ اقرا (امریکہ) کے مدیر حسن ظل الرحیم کا درج ذیل تبصرہ پیش کرتے ہیں:

> Muhammad Asad stood alone among contemporary Muslims for his extraordinary perception of and contribution to Islam.. . . . .. . As Islam enters the most critical phase of its development in the West, Muhammad Asad's legacy assumes an urgency, no thinking Muslim can afford to ignore. (11)

اسی تناظر میں ڈاکٹر محمد ارشد کا کہنا ہے کہ سرد جنگ کے خاتمے اور نائن الیون کے واقعات کے

نتیجے میں مغربی و امریکی مصنفین و مستشرقین اور ذرائع ابلاغ نے اسلام اور مسلمانوں کو ہدف بناتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کی مسخ شدہ اور تاریک تصویر اہل مغرب میں پھیلانے کی جو منصوبہ بند کوششیں کی ہیں، اس تناظر میں محمد اسد کی نگارشات کی افادیت پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ خاص طور پر مغرب میں اسلام کی دعوت جیسے اہم کام سے دل چسپی رکھنے والوں کو اسد کے اسلوب دعوت سے بڑی رہ نمائی فراہم ہوسکتی ہے۔(۱۲)

زیر نظر مقالے میں مغربی تہذیب و ثقافت کے غلبے اور استیلا کے تناظر میں سنت کی اہمیت کو علامہ اسد کی فکر کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اسلامی ثقافت اور نسل انسانی کی موجودہ کام یابیاں

علامہ اسد کے نزدیک اگر ہمیں یقین ہے کہ اسلام دوسری ثقافتوں کی طرح کی ثقافت نہیں ہے اور یہ محض انسانی افکار اور کوششوں کے نتیجے میں وجود میں نہیں آیا، بل کہ یہ ایک ایسی طاقت ہے جو خود ثقافت کو جنم دیتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے، جس کی ہر جگہ اور ہر زمانے میں انسانوں کو پابندی کرنی ہے، تو پھر صورت حال بالکل بدل جاتی ہے۔ اگر اسلامی ثقافت اللہ تعالیٰ کے قانون کی پیروی کا نتیجہ ہے تو ہم کبھی نہیں مان سکتے کہ یہ بھی دوسری ثقافتوں کی طرح گردش ایام اور کسی خاص دور کی اسیر ہے۔ بہ ظاہر جو اسلام کا زوال نظر آتا ہے، وہ درحقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارے دل مردہ ہوچکے ہیں، ہمارے دلوں پر مہر لگ چکی ہے، اس لیے ہم غیبی آواز نہیں سن سکتے۔(۱۳)

وہ کہتے ہیں کہ موجودہ حالات میں ایسے کوئی شواہد دست یاب نہیں ہیں جو یہ ثابت کرسکیں کہ انسانیت اسلام سے آگے نکل چکی ہے، کیوں کہ انسانیت اسلام سے بہتر اخلاقی نظام وضع نہیں کرسکی۔ عالم انسانیت عملی طور پر انسانی اخوت کا تصور بھی پیش نہیں کرسکی، جو اسلام نے امت کی صورت میں پیش کیا ہے۔ وہ کوئی ایسا سماجی ڈھانچہ بھی تیار نہیں کرسکی ہے، جس میں انسانوں کے مابین جھگڑوں اور کش مکش کو اتنی مہارت سے کم سے کم کیا جاسکے، جس مہارت و عمدگی سے اسلام کے سماجی نظام نے کیا ہے۔ انسانیت کا کوئی بھی نظام انسانی شرف، سلامتی کا احساس، روحانی امید اور اس کی خوشیوں میں بھی اضافہ نہیں کرسکا ہے۔

ان تمام امور میں نسل انسانی کی موجودہ کام یابیاں اسلامی منشور سے بہت کم ہیں۔ لہٰذا وہ

سوال اٹھاتے ہیں کہ کیا یہ صورت حال اسلام کو از کار رفتہ قرار دینے کا کوئی جواز پیش کرتی ہے؟ محض یہ دلیل کہ اسلام کی بنیادیں خالص مذہبی ہیں اور مذہبی رجحانات اب خلاف فیشن قرار دی جا چکی ہیں، کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے۔ اسی لیے علامہ اسد کی رائے میں مذہب کی بنیاد پر قائم کوئی نظام زیادہ جامع، زیادہ ٹھوس اور انسانی نفسیات کے عین مطابق زندگی کا عملی پروگرام پیش کرتا ہے اور اب تک انسانی ذہن نے اصلاحات اور تجاویز کے ذریعے جو نظام پیش کیے ہیں، وہ اس سے بہتر نہیں ہیں۔

اسلام کی بہ دولت انسان نے جو مثبت کام یابیاں حاصل کی ہیں، ان سے اسلام کی سچائی ثابت ہوئی ہے۔ مزید برآں اسلام نے بہت پہلے انسانی ترقی کی جن خرابیوں، غلطیوں اور کم زوریوں کی نشان دہی کر دی تھی، انسانیت کو ان خرابیوں کا بعد میں علم ہوا، اس طرح بھی اسلام کی حقانیت ثابت ہوتی ہے۔ چناں چہ علامہ اسد پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ کسی شخص کے مذہبی عقائد سے قطع نظر خالص عقلی بنیادوں پر بھی ہر شخص کے لیے اسلام کی عملی رہ نمائی کی پیروی کرنے کا پورا پورا جواز موجود ہے۔ (۱۴)

علامہ اسد کی رائے میں ہمیں اسلام کی اصلاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ بعض مسلمان سمجھتے ہیں، کیوں کہ اسلام ہر لحاظ سے مکمل دین ہے۔ ہمیں جس چیز کی اصلاح کی ضرورت ہے وہ مذہب کے متعلق ہمارا رویہ ہے۔ وہ ہماری کاہلی، خود فریبی اور کوتاہ بینی ہے۔ مختصراً ہمیں اپنی خرابیوں کی اصلاح کی ضرورت ہے، نہ کہ اسلام کی مفروضہ خرابیوں کو دور کرنے کی۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام کے احیا کے لیے ہمیں باہر سے نئے اصول تلاش نہیں کرنے چاہییں، بل کہ ہمیں پرانے اصولوں پر عمل کرنا چاہیے جن کو ہم ترک کر چکے ہیں۔ ہم بیرونی ثقافتوں سے بعض باتیں ضرور سیکھ سکتے ہیں، لیکن ہم مکمل اسلامی نظام کو کسی غیر اسلامی نظام سے بدل نہیں سکتے، خواہ یہ نظام مشرق یا مغرب سے مستعار لیا جائے۔ علامہ اسد کا اصرار ہے کہ اسلام کو بہ حیثیت روحانی اور سماجی ادارہ بہتر بنانے کی گنجائش نہیں۔ ان حالات میں بیرونی ثقافتی اثرات کے ذریعے سے اسلام کے تصورات یا اس کے سماجی ڈھانچے میں کوئی تبدیلی درحقیقت رجعت قہقری اور تباہ کن ہوگی اور اس لیے نہایت افسوس ناک ہوگی۔

اسد کی رائے میں تبدیلی ضرور ہونی چاہیے، لیکن یہ تبدیلی اندر سے ہونی چاہیے اور اسلام کی سمت میں ہونی چاہیے۔ اسلام سے ہٹے ہوئے کسی اور راستے پر نہیں ہونی چاہیے۔ (۱۵)

اسد کے نزدیک اسلامی دنیا اپنا آزاد ثقافتی عنصر تقریباً کھو چکی ہے۔ مسئلہ صرف مسلمانوں کے سیاسی زوال کا نہیں ہے، بل کہ ہمارے موجودہ حالات کی خرابی کا اہم ترین اظہار عقلی اور سماجی

دائروں میں ملتا ہے، جس کی وجہ ہمارے یقین اور ہماری ذہنی بے داری کا فقدان اور ہمارے سماجی ڈھانچے کا انتشار ہے۔ آج کل ہم جس ثقافتی اور سماجی انتشار کے دور سے گزر رہے ہیں، اس سے واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ متوازن قوت ختم ہو چکی ہے، جو کبھی اسلامی دنیا کی عظمت کا سبب تھی۔ کوئی نہیں جانتا کہ ہم کس ثقافتی انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ہم میں ذہنی جرأت باقی نہیں رہی اور نہ ہم میں ہمارے مذہب اور معاشرے کو تباہ کرنے والے بیرونی اثرات کے سیلاب کا مقابلہ کرنے یا اس سے بچنے کا عزم موجود ہے۔ ہم نے ان بہترین اخلاقی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے، جن سے دنیا کبھی آشنا تھی۔ ہم اپنے عقیدے کو خود ہی جھٹلا رہے ہیں، جب کہ ہمارے اسلاف کے لیے وہ ایک جان دار قوت تھا۔ ہم اپنے عقیدے پر شرمندہ ہیں جب کہ وہ اس پر فخر کرتے تھے۔(۱۶)

مغرب کے مقابلے میں مسلمانوں کی سماجی و ثقافتی پستی

علامہ اسد مغربی فکر کے غلبے کے تناظر میں مسلم امہ کی پستی اور زوال کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج دنیا میں کروڑوں مسلمان موجود ہیں، لیکن ان کروڑوں میں ایک بھی مسلم معاشرہ ایسا نہیں ہے جو حقیقی معنوں میں اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزار رہا ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک بھی مسلم اجتماعیت ایسی نہیں ہے جو دنیا کو مثال پیش کر دکھا سکے کہ کس طرح اسلام ان معاشی و معاشرتی مسائل کو حل کرتا ہے، جس نے معاصر دنیا کو شدید پریشانی میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ کوئی ایک بھی ایسی مسلم اجتماعیت نہیں ہے جو مغربی معاشرے کے مقابلے میں سائنس، آرٹس یا انڈسٹری کے میدانوں میں مغربی سماج سے بہتر خدمت سرانجام دے سکے، یا کم از کم ثقافتی و سیاسی طور پر ہی سہی، مغربی سماج کا برابری ہی کی بنیادوں پر مقابلہ کر سکے۔ اسد کہتے ہیں اپنے شان دار ماضی کی ہر وقت تعریفیں کرتے رہنے سے ہماری موجودہ ذلت آمیز حالت کی حقیقت تبدیل نہیں ہو سکتی۔(۱۷)

مشرق پر مغرب کی یلغار

علامہ اسد کی رائے میں ہم ایک ایسے زمانے میں زندگی بسر کر رہے ہیں، جس میں تیز رفتار ترقی کرنے والے مغرب کے سامنے مشرق زیادہ دیر تک عضو معطل بن کر نہیں رہ سکتا۔ مسلم دنیا کے دروازے پر ہزاروں قسم کی سیاسی، سماجی اور معاشی طاقتیں دستک دے رہی ہیں۔ کیا مسلم دنیا بیسویں صدی کی مغربی دنیا کے دباؤ کا مقابلہ کر پائے گی؟ وہ اس خدشے کا اظہار کرتے ہیں کہ مغرب

کی اس یلغار میں کہیں مسلمان اپنی روایات اور روحانی بنیادوں کو ہی نہ کھودیں۔(۱۸)اس کے ساتھ محمد اسد یہ بھی کہتے ہیں کہ مغرب نے مسلمانوں کی ثقافتی زندگی اور سیاسی آزادی پر نہ صرف مستقل یلغار کی ہوئی ہے، بل کہ مسلمان جب اس یلغار کے مقابلے میں اپنا دفاع کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو مغرب مسلمانوں پر تعصب اور عدم برداشت کا لیبل چسپاں کردیتا ہے۔(۱۹)

مغرب کی دلیل یہ ہے کہ مشرق وسطیٰ کی ناختم ہونے والی سیاسی خلفشار اور معاشی پس ماندگی اسے اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ نہ صرف اپنے (مغربی) جائز مفادات کی خاطر، بل کہ خود اس خطے کے لوگوں کی ترقی کے حصول کے لیے ان ممالک میں مداخلت کرے۔مشرق وسطیٰ کے معاملات کا مغربی طالب علم اس بات کو بھلا کر کہ کسی بھی قوم پر غیر ملکی مداخلت اس کی ترقی کو نقصان پہنچاتی ہے، مغرب کے دعویٰ کو قبول کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہوتا ہے۔وہ صرف سامراجی طاقتوں کی تعمیر کی گئی ریل کی پٹڑیوں کو دیکھتے ہیں، لیکن اس ملک کے سماجی ڈھانچے کی تباہی کو نہیں دیکھتے، وہ نئی بننے والی بجلی کے کلوواٹ کو تو دیکھتے ہیں لیکن ایک قوم کی عزت نفس کی بربادی کو نہیں دیکھتے۔اسد کا کہنا ہے کہ مغرب کے لوگوں نے مشرق اور مغرب کو جانچنے کا دہرا معیار اپنایا ہوا ہے۔(۲۰)

مغرب کی مادی وتکنیکی ترقی کی ناکامی؟

علامہ اسد کی رائے میں انارکی اور افراتفری کی دنیا ہماری مغرب کی دنیا ہے۔جدید مغربی سائنس کے پاس خون ریزی، تباہی اور انارکی وانتشار کا کوئی علاج نہیں۔وہ کہتے ہیں کہ بے اطمینانی، بے چینی، خون ریزی، تباہی، وسیع پیمانے پر تشدد، نظریات کا تصادم، زہریلے رویے، نئے طرز زندگی کے لیے ہر طرف لڑائی، یہ ہمارے عہد جدید کی نمایاں علامتیں ہیں۔اسد رقم طراز ہیں:

> A world in upheaval and convulsion: that was our Western world. Bloodsehd, destruction, violence on an unprecedented scale; the breakdown of so many social conventions, a clash of ideologies, an embittered, all-round fight for new ways of life: these were the signs of our time. (21)

یعنی افراتفری اور انقلاب کی دنیا ہماری مغرب کی دنیا ہے۔خون ریزی، تباہی، ناقابل بیان حد تک تشدد، معاشرتی روایات کی تباہی، نظریات کا تصادم، زہریلی فضا، نئے طرز

زندگی کے لیے ہر طرف لڑائی، یہ ہمارے عہد کی علامتیں ہیں۔

اسد کی رائے میں جنگ عظیم کی تباہی، لاتعداد چھوٹی جنگوں اور فوجی انقلابات اور رد انقلابات اور ناقابل بیان معاشی تباہی جیسے ہول ناک واقعات اس سچائی کو ثابت کر رہے ہیں کہ عہد حاضر میں مغرب اپنی نگاہیں مادی وتکنیکی ترقی پر مرکوز کرنے کے باوجود موجودہ خلفشار اور انارکی پر قابو پانے سے قاصر ہے۔

مغربی معاشرے کے دکھوں کا علاج تلاش کرنے میں مغرب کی ناکامی پر علامہ اسد ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں:

> I did not see how any of the new economic systems that stemmed from this illusory faith could possibly constitute more than a palliative for Western society's misery: they could, at best, cure some of its symptoms, but never the cause. (22)

میں یہ نہیں سمجھتا کہ کوئی بھی نیا معاشی نظام جو اس پرفریب یقین کے ساتھ جڑا ہوا ہے، مغربی سماج کے دکھوں کا مداوا کر سکے، وہ زیادہ سے زیادہ اس کی محض چند ظاہری علامتوں کا علاج کر سکتے ہیں، لیکن اصل سبب کا کبھی نہیں۔

انتشار وزوال سے نکلنے کا واحد راستہ سنت

علامہ اسد کو اس بات کا یقین ہے کہ تیرہ صدیوں سے زائد عرصہ قبل اسلام کے عروج کی کلید سنت تھی اور کوئی وجہ نہیں کہ یہ موجودہ زوال کے اسباب کو سمجھنے کی کلید ثابت نہ ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام کی بقا اور ترقی کے لیے سنت پر عمل ضروری ہے۔ مسلمانوں کے انتشار اور زوال کا سبب سنت سے غفلت ہی ہے۔ سنت بیت الاسلام کا لوہے کا ستون ہے۔ اگر آپ کسی عمارت کا ستون نکال دیں تو عمارت کے زمین بوس ہو جانے پر حیران نہیں ہونا چاہیے۔ علامہ اسد کی رائے میں سنت واحد حقیقت ہے جو ہمیں انتشار اور موجودہ شرم ناک زوال سے نکال سکتی ہے۔(۲۳)

مغرب کی نقالی کے بالمقابل سنت کی اہمیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ علامہ اسد سنت کا مفہوم بھی واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ کہتے ہیں کہ اس (سنت) کا بنیادی مفہوم

اللہ کے پیغمبر ﷺ کا طریق زندگی ہے۔سنت کو علامہ اسد نے تین نکات میں بیان کیا ہے:

۱۔پیغمبر ﷺ نے انسان کے مستقل نوعیت کے انفرادی اور سماجی مسائل کے متعلق جو اخلاقی طرز عمل اختیار کیا، وہ سنت ہے۔

۲۔سنت حلال و حرام کے ان احکام نبوی پر مشتمل ہے، جو سماجی اور انسانی زندگی کے نہ بدلنے والے حالات سے تعلق رکھتے ہیں۔

۳۔پیغمبر ﷺ نے جن چیزوں کو اچھا یا برا قرار دیا، ان پر وقت یا حالات کی تبدیلی کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔(۲۴)

علامہ اسد کی رائے میں جس طرح مسلمان کی زندگی اس کی روحانی اور جسمانی زندگی میں مکمل تعاون کا مظہر ہوتی ہے، بالکل اسی طرح پیغمبر ﷺ کی رہ نمائی ہماری زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے، یعنی اخلاقی و عملی، انفرادی اور سماجی پہلوؤں کے لیے رہ نمائی فراہم کرتی ہے۔علامہ اسد کے نزدیک سنت کے گہرے معنی یہی ہیں۔(۲۵)

انکار سنت کا بنیادی سبب مغرب کی پیروی

علامہ اسد انکار سنت کا بنیادی سبب مغرب کی کورانہ تقلید کو قرار دیتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ہمارے دور میں بہت سے مسلمانوں کی طرف سے احادیث کے انکار کے محرک کو آسانی سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمارے موجودہ زوال پذیر طرز زندگی اور انداز فکر کو سنت نبوی کے مطابق ڈھالنا ممکن نہیں ہے۔اپنی ان کم زوریوں اور ماحول کی خرابیوں کا جواز تلاش کرنے کے لیے احادیث کے جعلی ناقدین سنت کی پیروی سے اعراض کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ وہ قرآن مجید کی تعلیمات کی اپنے رجحانات اور ذہن کے مطابق تعبیر کرسکیں۔اسد کی رائے میں اس طرز عمل کے ذریعے منکرین سنت اخلاقی و عملی، انفرادی اور سماجی ضابطہ حیات کی حیثیت سے اسلام کے غیر معمولی مقام کو تباہ کرنے کا باعث بنتے ہیں۔(۲۶)

اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے وہ مزید کہتے ہیں کہ اس زمانے میں جب مسلمان ملکوں میں مغربی تہذیب کے اثرات بڑھتے جارہے ہیں، نام نہاد مسلمان دانش وروں کے منفی رویے میں ایک اور محرک کا اضافہ ہوگیا ہے، کیوں کہ یہ ناممکن ہے کہ سنت رسول ﷺ پر بھی عمل کریں اور اس

کے ساتھ ساتھ مغربی طرز زندگی بھی اختیار کریں، لیکن موجودہ نسل میں بہت سے مسلمان مغرب کی ہر چیز کو پسند کرتے ہیں اور بیرونی تہذیب کی محض اس لیے پرستش کرتے ہیں کہ وہ بیرونی ہے، طاقت ور ہے اور مادی طور پر بڑی متاثر کن ہے۔ یہ مغرب پرستی ہی سب سے بڑی وجہ ہے کہ پیغمبر ﷺ کی احادیث اور سنت کا پورا نظام ترک کر دیا گیا ہے، کیوں کہ سنت رسول ﷺ مغربی تہذیب کے پس پردہ بنیادی تصورات کے اس قدر خلاف ہے کہ جو لوگ مغربی تہذیب کے سحر میں گرفتار ہیں، ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ سنت کو غیر متعلق قرار دے دیں اور یہ کہیں کہ یہ اسلام کا لازمی جز نہیں اور غیر معتبر روایات کو سنت کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کریں۔ اس کے بعد قرآن مجید کی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر مغربی تہذیب کی روح کے مطابق پیش کرنا آسان ہو جاتا ہے۔(۲۷)

بیرونی دنیا بہ شمول مغرب کو پرکھنے کی کسوٹی: سنت

علامہ اسد کی رائے میں ہمیں اسلام کے متعلق معذرت خواہانہ رویہ ترک کرنا چاہیے، کیوں کہ اس کے معنی ذہنی شکست کے ہیں اور اپنے شکوک وشبہات کو ملفوف کر کے مختلف لبادے اوڑھا دینے کے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شعوری طور پر اپنے رسول ﷺ کی سنت پر اس لیے عمل کرنا چاہیے، کیوں کہ سنت اسلامی تعلیمات کی عملی شکل کے سوا کچھ نہیں۔ سنت کو اپنی روزمرہ زندگی میں اختیار کر کے ہم آسانی سے یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ مغربی تہذیب کی کس بات کو قبول کیا جا سکتا ہے اور کس کو رد کیا جا سکتا ہے؟ مغربی عقلی معیارات کے سامنے بزدلی سے اسلام کو سرنگوں کرنے کی بہ جائے ہمیں ایک بار پھر اسلام کو وہ معیار بنانا چاہیے، جس کی کسوٹی پر دنیا کو پرکھا جا سکے۔(۲۸)

علامہ اسد کہتے ہیں کہ اگر ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو ہم پر اخلاقی و عقلی ہر دو اعتبار سے ان کا اتباع لازم ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہم اپنی استدلال کی قوت سے ہاتھ دھو بیٹھیں، بل کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں استدلال کی یہ قوت اپنے بہترین علم اور لیاقت کے مطابق استعمال کرنا ہوگی۔ ہمیں رسول ﷺ کے احکامات کا مقصد اور حکمت معلوم کرنا ہوگی۔ اگر ہمیں اس کی حکمت اور مصلحت سمجھ نہ آئے، تب بھی ہمیں حکم کی تعمیل کرنا ہوگی۔(۲۹)

عقل اور سنت

علامہ اسد کی رائے میں کسی تعصب کے بغیر کہا جا سکتا ہے کہ عقل نے بار بار اسلام کے حق میں

فیصلہ دیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس شخص کا بھی قرآن مجید سے تعلق قائم ہوتا ہے، اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اس کی تعلیمات کو بھی قبول کرے۔ یہ معاملہ مزاج، ماحول اور روحانی بصیرت کا ہے۔ ایک بات یقینی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ کوئی بھی غیر متعصب شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ قرآن مجید میں کوئی بات عقل کے خلاف ہے۔ بلاشبہ اس میں بعض ایسے تصورات ہیں جو ہمارے ادراک سے ماورا ہیں، لیکن عقل وحکمت کا مخالف تصور نہیں ہے۔

اسد کی رائے میں مذہبی امور میں عقل کا کام کنٹرول کرنا ہے۔ یہ ایسا آلہ ہے جو ہمیں ''ہاں'' یا ''ناں'' میں جواب دیتا ہے لیکن نام نہاد عقلیت پرستی کے متعلق یہ بات درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ اپنے آپ کو کنٹرول تک محدود نہیں رکھتی، بل کہ چھلانگ لگا کر قیاس وگمان کے میدان میں پہنچ جاتی ہے۔ یہ دلیل کو قبول نہیں کرتی اور نہ خالص عقل کی طرح غیر جانب دار ہوتی ہے بل کہ انتہائی نفسی اور مزاجی ہوتی ہے۔ عقل کو اپنی حدود معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن سطحی ''عقلیت پرستی'' کا یہ دعویٰ انتہائی مبالغہ آمیز ہے کہ وہ دنیا کے تمام اسرار ورموز سے واقف ہے اور اپنے دائرے میں تمام گتھیاں سلجھا سکتی ہے۔ مذہب کے معاملے میں وہ یہ یقین نہیں رکھتی کہ بعض امور عارضی یا مستقل طور پر انسانی فہم سے بالا بھی ہوسکتے ہیں۔ وہ یہ غیر منطقی بات بھی کہتی ہے کہ سائنس تمام گتھیاں سلجھا سکتی ہے اور وہ خود بھی تمام اسرار ورموز سے آگاہ ہوسکتی ہے۔ اس قسم کی ناقابل تصور عقلیت پرستی کو بہت زیادہ اہمیت دینا ہی ان اسباب میں سے ہے، جس کی وجہ سے جدید دور کے بہت سے مسلمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہ نمائی قبول کرنے سے انکار کردیتے ہیں۔ (۳۰)

خلاصۂ بحث

نوع انسانی کا اسلام سے آگے نکل جانا تو بڑی دور کی بات ہے، انسانیت اسلام سے بہتر اخلاقی نظام بھی وضع نہیں کرسکی۔ ہمیں اسلام کی اصلاح کرنے کی بہ جائے خود اپنی اصلاح کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنی کاہلی، خودفریبی اور کوتاہ بینی پر مبنی رویوں کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اسلامی دنیا اپنا آزاد ثقافتی عنصر تقریباً کھوچکی ہے۔ ہمارے موجودہ حالات کی خرابی کا اہم ترین اظہار سیاسی سے زیادہ عقلی اور سماجی دائروں میں ملتا ہے۔ اپنے شان دار ماضی کی ہر وقت تعریفیں کرتے رہنے سے ہماری موجودہ ذلت آمیز حالت کی حقیقت تبدیل نہیں ہوسکتی۔

مغرب نے مسلمانوں کی ثقافتی زندگی اور سیاسی آزادی پر نہ صرف مستقل یلغار کی ہوئی ہے، بل کہ مسلمان جب اس یلغار کے مقابلے میں اپنا دفاع کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو مغرب مسلمانوں پر تعصب اور عدم برداشت کا لیبل چسپاں کر دیتا ہے۔ جب کہ خود مغربی دنیا انارکی اور افراتفری کی دنیا ہے۔ جدید مغربی سائنس کے پاس خون ریزی، تباہی اور انارکی و انتشار کا کوئی علاج نہیں ۔ بے اطمینانی، بے چینی، خون ریزی، تباہی، وسیع پیمانے پر تشدد، نظریات کا تصادم، زہریلے رویے، نئے طرز زندگی کے لیے ہر طرف لڑائی، یہ ہمارے عہد جدید کی نمایاں علامتیں ہیں۔ جنگ عظیم کی تباہی، لاتعداد چھوٹی جنگوں اور فوجی انقلابات اور رد انقلابات اور نا قابل بیان معاشی تباہی جیسے ہول ناک واقعات اس سچائی کو ثابت کر رہے ہیں کہ عہد حاضر میں مغرب اپنی نگاہیں مادی و تکنیکی ترقی پر مرکوز کرنے کے باوجود موجودہ خلفشار اور انارکی پر قابو پانے سے قاصر ہے۔

اسلام کی بقا اور ترقی کے لیے سنت پر عمل ضروری ہے۔ مسلمانوں کے انتشار اور زوال کا سبب سنت سے غفلت ہی ہے۔ سنت ہی ہمیں انتشار اور موجودہ شرم ناک زوال سے نکال سکتی ہے، جب کہ انکار سنت کا بنیادی سبب مغرب کی کورانہ تقلید اور نامعقول عقلیت پرستی ہے۔ احادیث کے جعلی ناقدین سنت کی پیروی سے اعراض کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ وہ قرآن مجید کی تعلیمات کی اپنے رجحانات اور ذہن کے مطابق تعبیر کر سکیں۔ اس طرز عمل کے ذریعے منکرین سنت اخلاقی و عملی انفرادی اور سماجی ضابطہ حیات کی حیثیت سے اسلام کے غیر معمولی مقام کو تباہ کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ سنت رسول ﷺ مغربی تہذیب کے بنیادی تصورات کے اس قدر خلاف ہے کہ جو لوگ مغربی تہذیب کے سحر میں گرفتار ہیں، ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ سنت کو غیر متعلق قرار دے دیں اور یہ کہیں کہ یہ اسلام کا لازمی جز نہیں۔

ہمیں شعوری طور پر اپنے رسول ﷺ کی سنت پر اس لیے عمل کرنا چاہیے، کیوں کہ سنت اسلامی تعلیمات کی عملی شکل کے سوا کچھ نہیں۔ سنت کو اپنی روزمرہ زندگی میں اختیار کر کے ہم آسانی سے یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ مغربی تہذیب کی کس بات کو قبول کیا جا سکتا ہے اور کس کو رد کیا جا سکتا ہے؟ مغربی عقلی معیارات کے سامنے بزدلی سے اسلام کو سرنگوں کرنے کی بہ جائے ہمیں ایک بار پھر اسلام کو وہ معیار بنانا چاہیے جس کی کسوٹی پر دنیا کو پرکھا جا سکے۔

حوالے

1. Asad, The Road to Makkah, P 74-75
2. Ibid, P 83-84,88-89.
3. Ibid, P 92.
4. Ibid, P 93-96.
5. Ibid, P 109
6. Ibid, P 188
7. Asad, The Road to Makkah, P 190

۸۔ التکاثر:۱۔۸

9. Ibid, P 309-310
10. Ibid, P 311

۱۱۔ محمد ارشد، ڈاکٹر۔ اسلامی ریاست کی تشکیل جدید۔ معروف نومسلم محمد اسد کے افکار کا تنقیدی مطالعہ۔ لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ص ۲۹۰

۱۲۔ ایضاً

13. Asad, Islam at the Crossroad, P 99
14. Asad, Islam at the Crossroads, P 99-100.
15. Ibid, P 101.
16. Ibid.
17. Asad, This Laws of Ours, P 14
18. Asad, The Road to Makkah, P 103-04
19. Ibid, P104
20. Ibid, P104-05

علامہ اسد کے الفاظ یہ ہیں:

The same people who would never have accepted Imperial Austria's 'civilizing mission' as a valid excuse for her interventions in the Balkans indulgently accept a similar plea

in the case of the British in Egypt, the Russians in Central Asia, the French in Morocco or the Italians in Libya. And it never even crosses their minds that many of the social and economic ills from which the middle East is suffering are a direct outcome of that very Western 'interest'; and that, in addition Western intervention invariably seeks to perpetuate and to widen the already existing inner disruptions and so to make it impossible for the peoples concerned to come into their own. (Asad, The Road to Makkah, P 104-05)

21. Asad, The Road to Makkah, P141.
22. Asad, The Road to Makkah, P141.
23. Asad, Islam at the Crossroads, P 82.
24. Ibid, P 83.
25. Ibid, P 84.
26. Asad, Islam at the Crossroads, P 92.
27 Ibid, P 92.
28. Ibid, P 102.
29. Ibid, P 95-96.
30. Asad, Islam at the Crossroads, P 94-95.